بندھا اس کو عاشق کا اپنے خیال
لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رُمال

کہیں کا کہیں لے اُڑا اُس کو راگ
ہوا سے ہوئی اور دونی وہ آگ

لگی کہنے ہے ہے یہ دیکھوں میں سیر
نہ ہو پاس میرے وہ یادش بخیر

وہی جانے ہو جس کے کچھ دل کو لاگ
کہ معشوق بن سب ہے گلزار آگ

بھلا کیونکہ جی اُس کا خوشحال ہو
کہ ہجراں کا غم جس کے دنبال ہو

جگر میں اگر آہ کی سُول[1] ہو
لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو

درختوں کے عالم سے کیا ہو نہال
جسے یاد شمشاد کی ہو کمال

کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر
جسے اپنے گُل کی نہ ہووے خبر

یہ کہکر اُٹھی واں سے وہ دل رُبا
چھپر کھٹ پہ جا گر گری منہ چھپا

خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا
ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا

سب اُٹھتے ہی بس اُس کے جاتی رہیں
طوائف کہیں اور خواصیں کہیں

مری عقل اس جا پہ حیران ہے
کہ یارب یہ کیسا گلستان ہے

ہر اک وقت ہے اس کا عالم جدا
جو چاہے یہ پھر ہو تو امکان کیا

کبھی ہے خزاں اور کبھی ہے بہار
نہیں اک وطیرے پہ لیل و نہار

داستان بےنظیر کے غم ہجر سے بدر منیر کی بیقراری میں

پلا ساقیا ایک جام شراب
کہ پردے میں شب کے گیا آفتاب

شب ہجر کی پھر علامت ہوئی
غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی

[1] کانٹا۔ درد۔ برچھی کی نوک ۱۲۔ آسی نہ پلا ساقی اک جام مجکو شتاب

گری جب چھپر کھٹ پہ وہ رشک حور
سبھوں کو کہا تم رہو دور دور

اکیلی وہ رونے لگی زار زار
اسی اپنے عالم میں بے اختیار

گرے چشم سے اُس کے اتنے گہر
کہ دھویا اُسی آب سے منہ سحر

صبوحی[1] تو دے ساقی لعل فام
کہ رو رو کے یہ رات کاٹی تمام

ہوا آفتاب الم جو طلوع
اُداسی کا ہونے لگا دن شروع

ذرا آئینہ لے کے دیکھا جو رنگ
تو جوں آئنہ رہ گئی وہ بھی دنگ

بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار
کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار[2]

فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر
لگی دل کو بہلانے ادھر اودھر

زباں پر تو باتیں ولے دل اُداس
پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس

نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر
نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر

اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہیں
جو کرتی ہے میلی تو محرم[3] نہیں

جو مسّی ہے دو دن کی تو ہے وہی
جو کنگھی نہیں ہے تو یوں ہی سہی

جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے
غم آلودہ صبح طربناک ہے

نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام
نظر میں وہی تیرہ بختی کی شام

ولیکن یہ خوبوں کا دیکھا سبھاؤ[4]
کہ بگڑے سے دونا ہوا اُن کا بناؤ[5]

نہیں حسن کی اس طرح بھی کمی
جو بگڑی ہے بیٹھی تو گویا بنی

غرض بے ادائی ہے اُن کی ادا
بھلوں کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا

[1] صبوحی وہ شراب جو صبح کو پی جائے ۱۲ [2] فشار۔ نچوڑنا۔ کھینچنا۔ دبانا ۱۲ [3] خبردار۔ باخبر۔ رازدار۔ آگاہ ۱۲ [4] عادت طور طریقہ ۱۲ [5] بناؤ۔ زینت ۱۲۔ عبدالباری آسی۔

جو ماتھے پہ چین جبیں غم سے ہے   تو وہ بھی ہے اک موج دریاے مے
وہ آنکھیں جو روتی ہیں بس پھوٹ پھوٹ   تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تپ غم سے یوں تمتماتے ہیں گال   کہ جو رنگ لالہ ہو وقت زوال
گریباں سینے پہ ہے جو کھلا   تو گویا وہ ہے صبح عشرت فزا
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے   ویا آہ ہونٹوں پہ کچھ سرد ہے
ادا سے نہیں یہ بھی عالم جدا   کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

داستان بیقراری بدرمنیر کی بےنظیر کے فراق میں اور نجم النساء کے تسلی دینے میں

پلا ساقیا ساغر بے نظیر   پھنسی دام ہجراں میں بدر منیر
وہ حسن و جوانی اور اس پر یہ غم   ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
جہاں بیٹھنا آہ کرنا اُسے   بہانہ نزاکت پہ دھرنا اُسے
کبھی خون آنکھوں سے رو ڈالنا   کسی کو کبھی دیکھ دھو ڈالنا
خواصوں کو بالا بتانا[1] اُسے   اکیلے درختوں میں جانا اُسے
ولے اُن درختوں میں جس میں وہ ماہ   سر شام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ
سو یہ بھی پہر دن سے آواں مدام   اُسی چھاؤں میں بیٹھ کرتی تھی شام
گیا اس طرح جب مہینا گذر   کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر

[1] بالا بتانا ۔ فریب دینا ۔ بہانا کرنا ۱۲ آسی

اور اُس کا ادھر رنگ گھٹنے لگا   جگر خوں ہو مژگاں پہ بٹنے لگا
لگی رہنے تب جان بیتاب میں   لگا فرق آنے خور و خواب میں
محبت کا سودا سا ہونے لگا   جنوں تخم وحشت کا بونے لگا
سرکنے لگا پاس ناموس و ننگ   لگی عقل اور عشق میں ہونے جنگ
خموشی اُٹھانے لگی دل میں شور   جتانے لگی ناتوانی بھی زور
یہ احوال دیکھ اُس کا دخت وزیر   لگی جل کے کہنے کہ بدر منیر
تو وہ ہے کہ سب کے تئیں دے وتوف[1]   کدھر دل گیا تیرا اے بیوقوف
مسافر سے کوئی بھی کرتا ہے پریت[2]   مثل ہے کہ جوگی ہوئے کس کے میت[3]
اری چار دن کے ہیں یہ آشنا   ملا دل کو آخر کرے ہیں جدا
گئے آسماں گہ زمیں کے ہیں یہ   جہاں بیٹھے جا بس وہیں کے ہیں یہ
تو بھولی ہے کس بات پر اے بوا   خبر لے دوانی تجھے کیا ہوا
سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے   تو دل بھلے اپنا بھی صدقے کرے
اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو   تو پھر چاہیے اُس کی پروا نہ ہو
وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لیے   عبث اُس پہ بیٹھی ہو تم جی دیے
تمہاری اُسے چاہ ہوتی اگر   تو اب تک وہ تم کو نہ آتا نظر
لگی کہنے تب اُس کو بدر منیر   کہ سنتی ہے اے میری دخت وزیر
کسی کی بدی تو نہ کر عیب ہے   کہ اُس کا خدا عالم الغیب ہے

[1] وتوف دینا ۔ ہوشیاری کی باتیں سکھانا ۱۲ [2] پیت ۔ محبت ۱۲ [3] جوگی ہوئے کس کے میت یعنی کس کے لیے جوگی ہوئے ۱۲

وہ اپنے دلوں سے تو ہم نیک ذات
ہوئی اُسپہ کیا جانے کیا واردات

ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ
گئے اتنے دن ابتک آیا نہ وہ

مجھے رات دن اُس کا رہتا ہے ڈر
پری نے سنی ہو نہ یاں کی خبر

نہ باندھا ہو اُس کو کسی صید میں
کیا ہو نہ اُس کے تئیں قید میں

پری نے کہیں طیش کھا لاد میں
دیا ہو نہ پھینک اُس کو کہ قاف[1] میں

پرستاں سے کبھی نکالا نہ ہو
کسی دیو کے منہ میں ڈالا نہ ہو

نہ ملنے کے دُکھ اُس کے سب ہیں سہے
بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے

یہ کہہ حال دل اپنا رونے لگی
گہر آنسوؤں کے پرونے لگی

کئی منڈکری[2] مار آخر کو لیٹ
چھپر کھٹ کے کونے پہ سر منہ لپیٹ

خواب میں دیکھنا بدر منیر کا بے نظیر کو کنوئیں میں اور جوگن بن کر نکلنا نجم النساء کا اس کی تلاش میں

پلا ساقیا جام جم سے وہ گل
کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کل

کسی کے تو آ کام فرخندہ فال
کہ آخر یہ دنیا ہے خواب و خیال

ذرا آنکھ جھپکی جو اُس حال میں
تو دیکھا پھنسا اُس کو جنجال میں

قضا نے دکھایا عجب اُس کو خواب
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خراب

[1] کوہ قاف - ایک پہاڑ جہاں مشہور ہے کہ پریاں اور جنات رہتے ہیں ۱۲ [2] منڈکری مار کر پڑ رہنا - اٹواٹی کھٹواٹی لے کے لیٹ جانا ۱۲

یہ دیکھا کہ صحرا ہے اک لق و دق[1]
کہ رستم جسے دیکھ ہو جائے فق

نہ انسان ہے واں نہ حیوان ہے
فقط اک کف[2] دست میدان ہے

مگر بیچ میں اُس کے ہے اک کنواں
کہ اُٹھتا ہے آہوں کا واں سے دھواں

کنوئیں کا ہے منہ بند اُس سے اڑی
کئی لاکھ من کی ہے اک سِل پڑی

صدا واں سے آتی ہے بدر منیر
ترے چاہ غم میں ہوا ہوں اسیر

میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جاں
کروں کیا کہ ہے مجھ پہ قید گراں

پر اس قید میں بھی ترا دھیان ہے
فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے

تو اپنی جو صورت دکھا دے مجھے
تو اس قید غم سے چھڑا دے مجھے

نہیں مجھکو مرنے سے کچھ اپنے ڈر
یہ غم ہے کہ تجھ کو نہ ہووے خبر

تجھے کاش اس وقت میں دیکھ لوں
جیوں میں اگر تیرے آگے مروں

و لیکن یہ ہے خام میرا خیال
نہیں وصل ممکن بغیر از وصال

کوئی دم کا مہماں ہوں آج کل
اسی چاہ میں جائے گا دم نکل

یہ سن واردات شہ بے نظیر
جو چاہے کرے بات بدر منیر

یہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے
قضا نے نہ اُس کی سنائی اُسے

یکایک گئی آنکھ اتنے میں کھُل
بھرے اشک رخسار پر آئے ڈھل

نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وہ
پڑی گوش میں پھر نہ آواز وہ

صدا اپنے یوسف کی سُن خواب سے
اُٹھی باؤلی جان بیتاب سے

کہا گو کسی سے نہ اُس نے یہ بھید
و لے جوں مہ صبح چہرہ سفید

[1] لق و دق - ویران میدان جہاں درخت اور آدمی نہ ہوں ۱۲ [2] کف دست میدان ہموار صاف ۱۲ آسی